شیخ حسام الدین

قافلہ سالار

غالباً شاہ جی کی وفات سے ڈیڑھ سال قبل ان کے مرشد حضرت شاہ عبد القادر رائے پوری لاہور تشریف لائے اور شاہ جی کو طلب فرمایا۔ انہیں پہلی اطلاع کے مطابق یہی معلوم تھا کہ شاہ جی سخت بیمار ہیں۔ مگر ان دنوں شاہ جی کو افاقہ تھا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے۔ پیر اور مرید کے درمیان کچھ کہنے کہلانے کی باتیں ہوتی رہیں۔ جب شاہ جی ہمارے لئے فارغ ہوئے تو ہم الگ ایک کوٹھڑی میں بیٹھ گئے۔ حسن اتفاق سے وہاں کوئی اور نہ تھا غالباً دس بارہ سال بعد یہ موقع ملا کہ میں اور شاہ جی صرف دونوں یکجا بیٹھے۔ دروازہ کھلا تھا۔ میں نے دروازہ کی طرف دیکھا شاہ جی فرمانے لگے۔ "اب کوئی نہیں آئے گا۔ فرمائیے کیا بات کرنا چاہتے ہیں آپ؟" میں نے کہا کہ آج میرے ساتھ یہ تکلف کیوں برتا جارہا ہے۔ پہلے تو آپ مجھے اس پر تکلف خطاب کا مستحق نہ سمجھتے تھے۔ آج کیا بات ہے؟ آخر شاہ جی بولے "کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا اب ٹھیک ہے! "تو اس وقت میں نے شاہ جی سے عرض کیا کہ۔ "آپ اور ہم آج کے زمانے میں عبرت بن گئے ہیں" شاہ جی ذی فہم تھے۔ پہنچے میری بات کی گہرائیوں تک۔ سر کو جنبش دی اور فرمانے لگے۔ اے کاش ایسا ہوتا۔ دنیا ہم سے عبرت لیتی اور پھر شاہ جی نے یہ شعر پڑھا۔

بیدلی ہائے تماشا! کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا! کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

یہ شعر سن کر میں نے عرض کیا کہ "یہ شعر غالب نے اس دور میں کہا تھا جب اسلام کی نگہداشت و خدمت شاہ ولی اللہ مرحوم ایسے بڑے بڑے صاحب نظر و بصیرت علماء کر رہے تھے" اس پر شاہ جی نے کہا "ہاں! یہ شعر اسی دور میں کہا گیا تھا" میں نے کہا "اور اگر غالب آج کے زمانے میں ہوتا تو--------- وہ کب کا خودکشی کر چکا ہوتا" اس کے بعد شاہ جی نے یہ شعر پڑھا

نہ جانے کیوں زمانہ ہنس رہا ہے میری حالت پر
جنوں میں جیسے ہونا چاہیئے ویسا گریباں ہے

اور مجھ سے یوں مخاطب ہوئے کہ "ہم گزشتہ طویل عرصہ سے انگریز کی مخالفت کرتے چلے آئے ہیں۔ اب انگریز جا چکا ہے۔ لیکن وہ ہمارے لئے انتظام کر گیا ہے۔ جیسے بھی حالات ہیں۔ ان پر اب قانع رہو"۔

ہم نے گذشتہ زندگی کے دوران انگریز کی مخالفت کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ہمارا مشن تھا۔ ہے اور رہے گا۔ کہ ہم انگریز کے خلاف نفرت پھیلاتے رہیں۔ جو اسلام اور اسلامیوں کو ایک عرصے تک مصائب میں مبتلا کرنے اور انہیں محکوم و مجبور رکھنے کے لئے ہر ظلم و ستم کو روا رکھتا رہا۔ آپ نے کہا کہ ہم نے جو کچھ کیا ہمیں اس پر فخر ہے۔ ہم اسی مشن کے لئے جینا اور مرنا چاہتے ہیں۔ جب تک زندہ رہے ہم

شاہ جی مرحوم کے اختیار کردہ اس لائحہ عمل پر ثابت قدمی کے ساتھ چلتے رہیں گے۔

پاکستان کے قیام کے بعد کئی سالوں تک ہمارے برسر اقتدار مختلف سیاسی رہنماؤں نے باہمی چپقلش کا جو تباہ کن ڈرامہ رچائے رکھا اور ہماری قوم اور ملک جن غیر یقینی حالات سے دوچار رہے۔ وہ آپ سب حضرات پر واضح ہے۔ میں اس وقت ان مایوس کن تفصیلات میں نہیں جاؤں گا۔

انگریز نے دنیائے اسلام کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور اہل اسلام کی ترقی کی راہ میں ہمیشہ کانٹے بچھائے ہیں۔ اسی بات کو محسوس کرتے ہوئے انگریز کی غلامی کے دور میں ۱۸۵۷ء سے قربانیاں دینے کا تانتا باندھ دیا گیا۔ اور اس راہ میں بڑے بڑے جید علماء بھی کام آئے۔ جس کی آخری آواز مدرسہ دیو بند کے بانی شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اسیر مالٹا جیل تھے۔ آپ نے کہا کہ انگریز کی غلامی سے نجات حاصل کرنے کے لئے قربانیاں دینے کا تمام سلسلہ علمائے ہند کی وجہ سے قائم رہا جنہوں نے جمع ہو کر انگریز سے عدم تعاون کے پیمان پر دستخط کئے ہم کون تھے کالجوں کے پڑھے ہوئے نوجوان، نہ آگا نہ پیچھا۔ ڈگری حاصل کر لی۔ اور ملازمت حاصل کرنے کے لئے دفاتر کے گرد کتوں کی طرح چکر لگاتے رہے۔ انگریز نے کالج اور سکول ملک میں اس لئے جاری نہیں کئے تھے کہ ہم لوگ زیور تعلیم سے آراستہ ہوں۔ بلکہ انگریز کا مقصد یہ تھا کہ اس کی حکومت چلانے والی مشینری کے پرزے تیار ہوں۔ آپ نے اس موقع پر اکبر الہ آبادی کا یہ شعر پڑھا۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

دفاع پاکستان کے ضمن میں امیر شریعت مرحوم نے پاکستان میں بڑی بڑی کانفرنسیں منعقد کیں اور لاکھوں جانباز رضا کاروں سے قربانیاں پیش کرنے کے حلف لئے۔ ان کانفرنسوں کی صدارتیں سرکاری اعلیٰ حکام نے بھی کیں۔ استحکام ملک کے لئے شاہ جی مرحوم نے انفرادی اور اجتماعی طور پر جس بھرپور انداز سے خدمات انجام دی ہیں۔ اس طریقے پر کسی دوسرے نے عملی ثبوت نہیں دیا۔ اسی سلسلہ میں ان دنوں لکھی گئی سرکاری خفیہ رپورٹوں کو ایک نظر دیکھ لینے سے میری بات کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

۱۹۱۴ء کی عالمگیر جنگ کے بعد جو ہیجان پیدا ہوا اور بین الاقوامی طور پر انگریز نے مسلمانوں کی تباہی کے لئے جو کردار ادا کیا۔ اس کے شاہد ترکوں کے حالات ہیں۔ آج کیا ہو رہا ہے۔ کل کے ترک حاکم آج پھانسیاں پا رہے ہیں۔ آپ نے کہا ان دنوں انگریز کو کمزور کرنے کے لئے متحدہ ہندوستان میں ہندو رہنماؤں اور علمائے اسلام نے مشترکہ معاہدے پر دستخط کئے۔ مسلم علماء اور عوام انگریز کی بین الاقوامی اسلام دشمن پالیسی کا مقابلہ کرنے کے لئے دیوانہ وار سامنے آئے۔ ان دنوں امیر شریعت مرحوم طالب علم تھے۔ صورت حالات کو سمجھتے ہوئے شاہ جی بپھرے ہوئے شیر کی طرح میدان جہاد میں اتر آئے۔ اور اس وقت سے لے کر زندگی کے آخری ایام تک "شیر" نے کبھی پلٹ کر ہی نہیں دیکھا۔ شاہ جی ۱۹۱۴ء میں ایک واعظ کی حیثیت سے سامنے آئے۔ جس کوچے کی مسجد کے وہ امام ہوئے لطف کی بات یہ ہے امرتسر میں اس کوچے

کا نام بھی "کوچہ جیل خانہ" تھا۔ شاہ جی نے اس زمانے سے قوم وملک کی خدمت شروع کی اور پوری زندگی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ مگر ان کے پائے استقامت میں کبھی لغزش نہیں آئی۔ شاہ جی نے اپنے اعلیٰ کردار کی بدولت ایک ایسی شاندار تاریخ بنائی ہے جو شاید کسی دوسرے قومی رہنما کو نصیب نہ ہو گی۔

شاہ جی مرحوم اپنی قوم میں جس زندگی کو پیدا کرنا چاہتے تھے۔ انگریزی سامراج اس کی راہ میں بہت بڑی دیوار بن کر حائل رہا۔ جس کا مقابلہ کرنے میں شاہ جی نے کبھی کمزوری نہیں دکھائی۔

شاہ جی مرحوم نے مذہب وملت کی خدمت کے لئے جو خاندان بنایا تھا۔ اس میں یہ گنجائش تھی کہ جب کوئی چاہے نکل جائے اور جب کوئی چاہے شامل ہو جائے۔ انہوں نے کبھی جاتے ہوئے کو روکا نہیں اور آنے والے کو منع نہیں کیا۔ شاہ جی ہم سے ہمیشہ کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ ہمارے ہاں شخصیتوں کی پوجا نہیں ہوتی۔ بلکہ دلوں میں ایک دوسرے کے لئے اخلاص اور محبت تھی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس چالیس پچاس سالہ تاریخی دور کی یادگار تھے۔ جس میں انگریز کی حکومت کے خلاف ٹکر لی جاتی رہی۔ شاہ جی وطن وملت کی خدمت کی راہ میں بڑے جری اور باکباز قافلہ سالار تھے جنہوں نے بڑے خلوص کے ساتھ خدمت کی اور قربانیاں دیں۔

کسی صاحب نے شاہ جی سے سوال کیا۔ شاہ صاحب ملکی سیاست میں آپ کا نظریہ کیا ہے جس کے لئے آپ ہندوستان کی آزادی کے لئے اتنے کوشاں ہیں؟ امیر شریعت نے فرمایا۔ میرے اس نظریہ سے متعلق تم خود ہی فیصلہ کر لو۔ مجھے تو صرف اتنا پتہ ہے کہ میں نے لاکھوں ہندوستانیوں کے ذہنوں سے انگریزوں کو نکال پھینکا ہے۔ میں نے کلکتہ سے خیبر تک اور سری نگر سے راس کماری تک دوڑ لگائی ہے۔ میں تو وہاں بھی گیا ہوں۔ جہاں کہ دھرتی پانی پینے سے عاجز تھی۔ اب سوال یہ رہا۔ کہ میں آزادی کے کس تصور کے لئے لڑ رہا ہوں۔ تو اس کے متعلق سمجھ لیجئے۔ کہ اپنے ملک میں اپنا راج۔ تم میرے بابو مجھ سے شاید کوئی کتابی ایڈیالوجی پوچھ رہے ہو۔ یہ کتابی نظریئے عام طور پر روگ ہوتے ہیں۔ فی الحال جو مرحلہ درپیش ہے وہ کسی مثبت کا نہیں۔ منفی تصور کا ہے۔ ہم سب سے پہلے تو غیر ملکی طاقت سے گلو خلاصی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اس ملک سے انگریز نکل جائیں۔ نکلیں کیا؟ نکالے جائیں۔ اس کے بعد آزادی کے خطوط پر غور کیا جائے گا۔ بابو تم نکاح سے پہلے چھوارے بانٹنا چاہتے ہو۔ پھر میں دستوری نہیں سپاہی ہوں۔ تمام عمر انگریزوں سے لڑتا رہوں گا۔

اور اگر ایسے وقت سؤر بھی میری مدد کریں گے۔ تو میں ان کا بھی منہ چوم لینے کے لئے تیار ہوں۔ میں تو ان چیونٹیوں کو کھانڈ کھلانے کے لئے تیار ہوں۔ جو صاحب بہادر کو کاٹ کھائیں۔

خدا کی قسم میرا صرف ایک دشمن ہے وہ ہے فرنگی جس ظالم نے مسلمان ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ بلکہ خیرہ چشمی کی بھی حد ہو گئی کہ تحریف کے لئے مسلمانوں میں جعلی نبی پیدا کیا پھر اس خود کاشتہ پودے کی آبیاری کی۔ اب اس کو چہیتے بچے کی طرح پال رہا ہے۔